محمود الحسن خطبة صدارت

1930

خطبۂ صدارت محمود الحسن

بتصحيح العلامة أحمد نور

١٦-٢٠ ١١ نوفمبر ١٩٣٠

واللہ المستعان

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز

کا

خطبہ صدارت

جو

جمعیۃ علمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ

۷، ۸، ۹۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱۔ نومبر

سنہ ۱۹۲۰ء میں بمقام دہلی

مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نائب صدر جمعیۃ نے پڑھکر سنایا

بفرمایش مولٰنا علی محمد صاحب

غنی المطابع دہلی چھپتہ سلطان میں چھپکر شائع ہوا

CHUGHTAI PUBLIC LIBRARY
ACC NO. 00 6325
DATE: 21-2-18
LAHORE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد انت قیّم السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت الحق ووعدک الحق ولقاءک حق وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللّٰھم لک اسلمت وبک اٰمنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت ۔

اللّٰھم صل وسلم علی عبدک ورسولک محمد الذی جاء بالبینات وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین یا حی یا قیوم برحمتک نستغیث ۔ اغثنا ونجنا من القوم الظٰلمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۝

اما بعد خاکسار ذرۂ بے مقدار حضرات علمائے کرام ومعززین اہل اسلام وبرادران وطن کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ آپ حضرات نے مجھ جیسے ناچیز وضعیف کو جس عظیم الشان خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے میں اُسکے لئے آپ کی محبت وعزت افزائی کا دل سے شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ہی یہ التماس کرتا ہوں کہ صدارت کی ذمہ داری کی اہمیت اور زمانۂ حاضرہ کی ہوشربا کشمکش موت وحیات پر نظر کرتے ہوئے میں اپنی گزشتہ بےشمار قید غربت اور اب موجودہ ممتد علالت کے سبب سے صدارتی خدمت سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہوں کیونکہ ایسے نازک اور پُرخطر زمانہ میں کسی عظیم ملی اور قومی اجتماع کی صدارت کے لیئے ضروری تھا کہ صدر تمام جزئیات سے واقف ہو اور نہ تھکنے والی دماغی قوت اور نہ متزلزل ہونے والی قلبی عزیمت اور چست ہونے والی اعضا وجوارح کی طاقت رکھتا ہو ۔ باایں ہمہ آپ حضرات نے مجھے ایک دینی وقومی خدمت کے لیئے نامزد اور منتخب کر دیا تو میرے لیئے سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ تمام فدائیں سکے لیئے سر تسلیم خم کردوں ۔ اور خدا کی تائید پر بھروسہ کرکے خدمت

اسلام واہل اسلام کے لیے تیار ہو جاؤں۔

معزز حاضرین! میری اس عاجزانہ التماس پر پوری توجہ مبذول فرمائیں کہ کئی مہینے کی ممتد علالت کی وجہ سے مجھے پورے اطمینان و غور و خوض کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لیے اگر معروضات میں کسی قسم کی کوتاہی ہو۔ مضامین منتشر ہوں تو میرے واقعی عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاف فرمائیں۔ وَالعذرُ عند کرام الناس مقبول۔

محترم حاضرین! آج جس اجلاس میں آپ تشریف فرما ہیں اور طویل و عریض سفر برداشت کر کے شریک ہوئے ہیں۔ یہ وہ مقدس اجتماع ہے جس کا سنگ بنیاد بحکم وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ اور اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ اور تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی رکھا گیا ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم فرمایا کہ اپنے اصحاب کرام سے مشورہ فرمایا کریں۔ اور پھر مسلمانوں کی شان بھی یہی بیان فرمائی کہ وہ اپنے امور کا آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کرتے ہیں۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے تمام کام بالخصوص ایسے کام جن کا مسلمانوں کی تمام جماعت سے تعلق ہے۔ آپس کے مشورے سے ہونے چاہئیں۔ یہ حکم تو ایسے جلسوں اور اجتماعوں کے جواز کی بنیاد ڈالتا ہے جو بغرض مشورہ منعقد کیے جائیں۔ اور ارشاد تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ان اجتماعوں کی نوعیت کو مقید کرتا ہے یعنی مجلس مشاورت کا نیکی اور خوف خدا پر مبنی ہونا لازم ہے۔ پس تمام ایسے جلسے جن کا مقصد دین مقدس کی حمایت و حفاظت ہو۔ اور جن میں نیکی اور بھلائی کے طریقوں پر غور کیا جائے۔ اور جن میں خدائے قدوس کا خوف شامل حال رہے۔ منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا حکم خداوندی کی تعمیل اور سنت نبویہ کی اقتدا ہے۔

چونکہ دور حاضر میں دشمنان اسلام نے مقامات مقدسہ کو غصب کر کے اقتدار خلافت کو پامال کر کے مسلمانوں کے واجب الاحترام، جان و مال سے زیادہ عزیز مذہب کی توہین کی۔ اور ان کے دینی بھائیوں کی جان و مال، عزت و آبرو کو برباد کیا۔ اس لیے تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر فرض ہو گیا ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی نصرت و اعانت، اور اپنے پاک اور مقدس مذہب کی حفاظت، اور اعدائے اسلام کی مدافعت کے لیے کھڑے ہو جائیں

اس فرض میں چین، جاوا، ہندوستان، افغانستان، ترکستان، بخارا وغیرہ کے مسلمان برابر ہیں کسی کی تخصیص نہیں۔ جن مقامات میں لڑائی ہوئی ہو جس طرح وہاں کے مسلمانوں پر فرض تھا کہ اپنے بھائیوں کی مدد اور دشمن کی مدافعت کریں۔ اسی طرح روئے زمین کے مسلمانوں پر ایشیائی اور یورپین مظلوم مسلمانوں کی امداد و اعانت اور دشمنوں کی مدافعت فرض ہے۔ اگرچہ امداد و اعانت کی صورت مختلف اور مدافعت کی نوعیت جداگانہ ہو۔

جمعیۃ علمائے ہند کے سامنے جہاں اور مذہبی و علمی فرائض ہیں وہاں اس وقت یہ فریضہ بھی اُسکے پیش نظر ہے۔ بلکہ تمام دیگر فرائض سے مقدم اور اہم ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا بیرون ہند کے مسلمانوں کے ساتھ تعلق	رہا یہ سوال کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بیرون ہند کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا کونسا شدید تعلق ہے جس کی وجہ سے ان پر سات سمندر پار کے رہنے والوں کی جانی اور مالی امداد فرض ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں اور کلمہ گویوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ اتحاد و اخوت قائم کیا ہے جو تمام قومی مصنوعی اتحادات سے بالاتر ہے۔ اس میں قومیت اور لباس اور رنگت کا امتیاز نہیں۔ صرف خدائے واحد پر ایمان لانا ایک مغربی شخص کو اقصائے مشرق میں رہنے والے کا بھائی بنا دیتا ہے۔ اور ان بعد المشرقین کے رہنے والوں کے درمیان وہ تمام تعلقات قائم ہو جاتے ہیں جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت حق جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ	(قرآن مجید)	یعنی تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان حقا علی المومنین ان یتوجع بعضھم لبعض کما یالم الجسد للراس (کنز العمال)	یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لئے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد میں باقی اعضائے بدن دُکھ پاتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

المؤمنون كرجل واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى رأسه اشتكى كله۔ (رواه مسلم)

یعنی تمام مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام بدن دکھ اٹھاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن تکلیف پاتا ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان کے درد اور دکھ سے تمام مسلمانوں کو درد اور تکلیف پہنچنا ضروری ہے خدا تعالیٰ کے پاک فرمان اور رسول مقبول صلعم کے مقدس ارشاد سے صاف ثابت ہو گیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے درد سے اسیقدر صدمہ ہونا چاہیئے۔ جسقدر ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس مثال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایمان اسیوقت کامل ہوگا جبکہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف سے ایسی ہی بے اختیاری اور اضطراری طور پر تکلیف پہنچے۔ جس طرح ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے اعضا کی تکلیف بے اختیاری اور اضطراری ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:۔

المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه (وفی رواية لمسلم) لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اسپر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے پنجہ میں چھوڑ دے اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ نہ اسپر ظلم کرے اور نہ اس کی نصرت اور مدد سے مونہ موڑے اور نہ اسے حقیر کرے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

ما من امرأ مسلم يخذل امرأ مسلما فی موضع ينتهك فيه حرمته وينتقص فيه من عرضه الا خذله الله تعالى فی موطن يحب فيه نصرته وما من امرأ مسلم ينصر مسلما فی موضع ينتقص فيه من عرضه وينتهك فيه من حرمته الا نصره الله فی مواطن

جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد نہ کرے جہاں اس کی بے عزتی کیجاتی ہو اور آبرو پامال ہوتی ہو تو خدا اسکی اس جگہ مدد نہیں کریگا جہاں یہ خدا کی مدد چاہتا ہو اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کریگا جہاں اسکی عزت خراب کیجاتی ہے اور بے آبروئی ہو رہی ہو تو خدا اس کی اس جگہ مدد کریگا

يحب فيه بنصرته۔ (رواه ابوداؤد)	جہاں یہ خدا کی مدد چاہتا ہے۔
المؤمن اخو المؤمن يكف عنه ضيعته	مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اُس کو ہلاکت سے بچاتا
ويحوطه من ورائه۔ (ابوداؤد)	اور پس پشت اُس کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ ہیں خدائے برتر اور اُس کے پاک رسولؐ کے صریح فرمان۔ اور یہ ہیں مقدس مذہب اسلام کے جلیل القدر احکام۔ جن کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اپنے سمندر پار کے مذہبی بھائیوں کی امداد و اعانت کو اپنا مذہبی پاک فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر ہم نے اِس دردناک مصیبت میں بھی اُن کی بات نہ پوچھی۔ کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے رہے۔ اور اُن کو دشمنوں کا تختۂ مشق بنجانے کے لیئے چھوڑ دیا۔ اور اُن کی امداد و اعانت میں امکانی کوشش نہ کی تو قیامت کے دن خدائے جلیل وجبار کے قہر سے چھٹکارا مشکل ہے +

اِسلام سے پہلے قومی زندگی قائم رکھنے اور بنی نوع کی ہمدردی حاصل کرنیکے لیئے اقوام عالم کا یہ طریقہ تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ حلف یعنی معاہدہ کر لیا جاتا تھا۔ دونوں معاہد قومیں ایک دوسرے کی مددگار ہوتی تھیں۔ ایک دوسرے کی طرف سے دشمنوں سے لڑتی تھیں معاہدے کی یہ رسم غیر مسلم اقوام میں آجتک جاری ہے۔

اِسلام نے حلف یعنی معاہدۂ نصرت کو مسلمانوں کے آپسمیں غیر ضروری قرار دیا۔ مگر غیر ضروری قرار دینے کا منشا یہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کو متفقہ قومی طاقت یا باہمی معاونت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو خود اُنکے پاک مذہب نے باہمی نصرت و اعانت کی ایسی مضبوط زنجیر میں جکڑ دیا ہے جو انسانی معاہدۂ نصرت سے کہیں زیادہ مضبوط اور استوار ہے جس وقت کسی شخص نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ لیا۔ اسی وقت سے وہ مسلمانوں کا بھائی ہو گیا۔ خواہ وہ اقصائے مغرب کا رہنے والا ہو یا منتہائے مشرق کا۔ گورا ہو یا کالا کچھ تفاوت نہیں +

بات یہ ہے کہ معاہدہ کرنیوالے معاہدہ سے تین فائدے حاصل کرتے تھے ۔ اول یہ کہ ایک معاہد دوسرے کے حملے سے محفوظ ہو جاتا تھا، دوسرے یہ کہ کسی تیسرے حملہ آور دشمن کے ساتھ ملکر اُس سے لڑنے کا خطرہ نہیں رہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی دشمن پر حملہ کرے تو معاہد اُسکی مدد کرے

یہ تینوں باتیں ہر مسلمان پر اسلام لاتے ہی فرض ہو جاتی ہیں مثلاً پہلی بات کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے حملے سے محفوظ ہو جائے۔ اِس کے متعلق ارشاد ہے:-

سباب المسلم فسوق وقتاله کفر (بخاری)	مسلمان کو گالی دینا فسق اور اُسپر حملہ کرنا کفر ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا ہے

کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔	یعنی مسلمان کو دوسرے مسلمان کے جان و مال اور آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے۔

تیسری حدیث میں ارشاد ہے:-

الا لا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (ترمذی)	دیکھو میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارو۔

اور حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۝ (سورہ نساء)	جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور اُسپر خدا کا غضب اور لعنت نازل ہوگی اور اُسکے لیئے خدا تعالیٰ نے بڑا عذاب مہیا کیا ہے۔

اور دوسری بات کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جانب سے یہ خوف نہ کرے کہ وہ میرے دشمن کے ساتھ ہو کر میرے اوپر حملہ کرے گا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔	یعنی مسلمان، کافروں کو اپنا دوست مسلمانوں کے خلاف نہ بنائیں کہ کفار کی طرف ہو کر مسلمانوں سے لڑیں

تفسیر ابن جریر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

ومعنی ذلك لا تتخذوا ایها المؤمنون الکفار ظهرا وانصارا توالونهم علی دینهم وتظاهرونهم علی المسلمین۔ (ابن جریر طبری)	یعنی معنے اِس آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! کفار کو اپنا مددگار اور حامی نہ بناؤ کہ ان کافروں سے تم انکے دین میں دوستی کرو اور اُن کی مسلمانوں کے خلاف مدد کرو۔

تیسری بات کہ اگر مسلمان کسی دشمن اسلام پر حملہ کرے تو تمام مسلمان اُس کی مدد کریں۔

اسکے متعلق حضورؐ کا صاف و صریح ارشاد موجود ہے کہ:-

المؤمنون ید علیٰ من سواھم۔ (ابوداؤد)	تمام مسلمان دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں ایک ہی ہاتھ ہیں

یعنی دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں تمام مسلمانوں کو اس طرح متفقہ طاقت سے کام لینا چاہیئے کہ گویا اُن سب کی حرکت ایک ہاتھ کی حرکت ہی +

پس جبکہ مسلمانوں کے لیئے رسمی معاہدہ کی تمام ذمہ داریاں صرف اسلام لانے سے حاصل ہو جاتی ہیں تو مسلمان کو مسلمان سے معاہدہ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ رہا مسلمانوں کا کسی دوسری قوم سے معاہدہ کرنا اور جب تک دوسرا فریق بدعہدی نہ کرے اُسپر قائم رہنا یہ علیحدہ چیز ہے۔

اب دیکھنا یہ ہی کہ آج کل دُنیا کی وہ قومیں جو اپنے رسمی معاہدوں کو واجب الاحترام سمجھتی ہیں آیا اُن کو یہ حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس آسمانی معاہدے اور مذہبی حلف سے روک دیں یا یہ کہہ سکیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ٹرکی یا عراق یا شام کے مسلمانوں سے کیا واسطہ۔ یہ خواہ مخواہ کیوں چیخ پکار کرتے ہیں۔ ہم تمام ایسے لوگوں سے بہانگ دہل کہے دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی نصرت و معاونت کا معاہدہ انسانی معاہدہ نہیں ہی بلکہ خدائے قدوس کا قائم کیا ہوا اور سخت تاکیدی مذہبی احکام کا قرار دیا ہوا معاہدہ ہی۔ اگر تمہارے اپنے قائم کیئے ہوئے معاہدے تمہیں مجبور کرتے ہیں کہ امریکہ والے آکر یورپ میں تمہاری مدد کریں۔ اور اُن کی یہ مدد آئین و انصاف کے خلاف نہ سمجھی جائے تو مسلمانوں کو اُن کا خدا اُن کا رسولؐ اُن کا پاک مذہب حکم کرتا ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کریں خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہوں۔

کسی انسانی قانون اور طاقت کو یہ حق نہیں ہی کہ وہ مسلمانوں کو اُنکے مذہبی فرائض سے روکے یا اُن کی جائز مذہبی جدوجہد کو غیر آئینی قرار دے۔

یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کون سے واقعات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اسقدر بے چین اور مضطرب کر دیا ہی۔ اور کیا اسباب ہیں۔ جن کی وجہ سے بیرون ہند کے رہنے والے بھائیوں سے ہمدردی اور اُن کی اعانت فرض ہوگئی ہی۔ اس کا جواب دینے اور سننے کے لیئے پتھر کا دل۔ فولاد کا کلیجہ درکار ہے۔ اور اس کی تفصیل کے لیئے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہی۔ اسلیئے اوّل تو اپنے ضعف کی وجہ سے دوسرے اسلیئے بھی کہ بہت سے واقعات اور مظالم

اخباروں اور تقریروں کے ذریعہ سے عالم آشکارا ہو چکے ہیں۔ میں صرف چند جملوں پر اختصار کرتا ہوں
معزز ناظرین! دنیائے اسلام میں گزشتہ چند صدیوں سے سلطان ٹرکی کی واحد
سلطنت اسلامی شوکت کی ضامن تھی اور حرمین محترمین۔ بیت المقدس۔ عراق، وغیرہ کے تمام
اماکن مقدسہ و مقامات محترمہ کی حفاظت کی کفیل تھی۔ جمہور اہل اسلام کے اتفاق سے سلطان ٹرکی
خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے۔ اور خلافت کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے تھے ان کا عروج
وترقی اور ان کی سلطنت کی وسعت جابر و غاصب مسیحی سلطنتوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح
کھٹکتی تھی اور وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگی رہتی تھیں کہ خلیفۃ المسلمین کا اقتدار گھٹایا جائے اور مستقر خلافت
پر قبضہ کر کے یورپ سے اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے اگرچہ سلطان ٹرکی پر ان مسیحی بھیڑیوں کے درمیان
بالکل بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مثل صادق تھی۔ مگر خلیفۃ المسلمین کی اسلام کے لئے جاں بازانہ
مقاومت ان غاصبوں کی متعصبانہ خواہشیں پوری نہ ہونے دیتی تھی۔ تاہم ان دشمنان اسلام کے
دندان آز غریب ٹرکی کے بدن میں سے گوشت کے لوتھڑے نوچتے رہے۔ اور ۱۸۲۹ء سے تو اس
نوچ کھسوٹ کا متواتر ایک سلسلہ قائم ہو گیا۔ مصر جیسا زرخیز علاقہ، جزیرہ قبرص۔ طرابلس۔ سالونیکا
یونان۔ بلغاریہ۔ سرویا۔ البانیہ وغیرہ ٹرکی علاقے یکے بعد دیگرے ان ظالموں کی جوع الذئب کی
بھینٹ چڑھ گئے۔ اور یہ ان بڑے بڑے لقموں کو ایسا ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی۔ یہاں تک
کہ یہ جنگ عظیم چھڑ گئی جس کا واحد سبب طمع ملک گیری تھا۔ کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ ٹرکی کو بھی
شریک جنگ ہونا پڑا اور شریک بھی اس فریق میں جو برطانیہ سے برسر پیکار تھا۔ اس وقت تمام عالم کے
مسلمان جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اور بالخصوص برطانی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کو جو مشکلات
پیش آئیں۔ اس کو خدائے علیم و حکیم ہی بہتر جانتا ہے۔
برطانوی مدبرین نے اپنی مسلمان رعایا کی تسلی کے لئے وقتاً فوقتاً چند اعلان شائع کئے۔ جنہیں
مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ ان کے مقامات مقدسہ پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔ اور مستقر خلافت پر کوئی
معاندانہ قبضہ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ مسلمانوں کا ان وعدوں پر یقین کر کے مطمئن ہو جانا ایک سخت غلطی
تھی جس کا تلخ ترین مزا آج ان کے روحانی ذائقے کو تلخ بنا رہا ہے۔ لیکن واقعہ یوں ہی ہوا کہ مسلمان
اس وعدے پر مطمئن ہو گئے اور سلطنت برطانیہ کی جانی و مالی امداد کر کے شاندار فتح حاصل ہونے کے باعث ہوئے

شاطرین برطانیہ نے جیسے ہی ہوا کا رُخ اپنے موافق دیکھا۔ فوراً عیاری کے داؤ چلنے لگے۔ اور تمام دنیا کی مہذب قوموں کی آنکھوں میں خاک ڈالکر تمام وعدے نسیاً منسیاً کر دیئے۔

مقاماتِ مقدسہ پر قبضہ کر لیا۔ مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ کو فوجی قبضہ میں دبوچ لیا۔ سمرنا پر یونانیوں کو قبضہ دلا دیا۔ عرب کو ترغیب اور لالچ دیکر خلیفۃ المسلمین سے باغی بنا دیا۔ ترکی فوجوں سے ہتھیار رکھوا لیئے اور اُس غریب کو زمانہ التوا میں بے دست و پا کر کے نہایت ذلت آمیز شرائط صلح پر دستخط کرنیکے لیئے مجبور کیا۔ شرائط صلح میں خاص طور پر اقتدار خلافت کو زائل کرنے والی شرطیں لگائی گئیں۔ اور تمام دیگر طاقتوں کی مسلمان رعایا کا خلیفۃ المسلمین سے مذہبی سرپرستی کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ ولیعہد ترکی کو حراست میں کر لیا۔ اور اسی قسم کے ہزاروں غیر منصفانہ سلوک کیئے گیے۔

ان لڑائیوں میں شام عراق، عرب، سمرنا، ترکی کے مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ توڑے گیے لاکھوں مسلمان قتل کیئے گئے۔ لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے ہزاروں کلہ گو خانہ ویران ہو کر وطن سے بھاگ نکلے اور آج غیر ملکوں میں سڑکوں اور میدانوں پر بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں سینکڑوں کے بدن پر کپڑا اور جان بچانے کے لیئے قوت لایموت بھی میسر نہیں۔ سمرنا میں ہزاروں بے گناہ قتل کر دیئے گئے عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

یہ ہیں وہ روح فرسا اور جانسوز واقعات جنھوں نے تمام عالم کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہی اور جسکے دل میں ذرا سا ایمان بھی باقی ہو وہ سیماب وار بیقرار ہی اور اپنا شرعی اخلاقی اور قانونی حق سمجھتا ہی کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی نصرت و امانت کے لیئے اُٹھ کھڑا ہو اور جس طرح ممکن ہو اپنے بھائیوں کو دشمن کے نرغہ سے نکالے اور اُن کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائے۔

اخوتِ ایمانی کی ایک عالمگیر لہر اُٹھی اور طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑ گئی۔ سوتے ہوؤں کو بیدار کر دیا۔ بیداروں کو اٹھا کر کھڑا اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا۔

حجرہ نشین زاہد کتابوں کے کیڑے طالب علم۔ مدرسوں میں درس دینے والے برق تقریر عالم۔ دکانوں پر بیٹھنے والے تاجر۔ اسباب ڈھونے والے مزدور، سب ایک صف میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں نہیں بلکہ دول یورپ اور بالخصوص برطانیہ کی ظالمانہ اور غاصبانہ پالیسی دیکھکر ایکیس کروڑ برادرانِ وطن بھی ان کے ساتھ ہمدردی کے لیئے تیار ہو گئے۔

یہ فریضہ تو اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت وامداد کے متعلق تھا جسمیں انسانی ہمدردی اور اخلاقی مروت کی وجہ سے غیر مسلم بھائی بھی مسلمانوں کے دوش بدوش کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا فریضہ حمایت مذہب اور اماکن مقدسہ کا احترام باقی رکھنے کے متعلق ہے جو مسلمانوں پر انکے پاک مذہب نے عائد کیا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ آخری وصیت جو دنیا سے تشریف لیجاتے وقت مسلمانوں کو فرمائی تھی یہ تھی:۔

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب	یعنی مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔
اور دوسری روایت میں ہے:۔	
اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب +	یعنی یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو +

ان احکام میں تمام مسلمان مخاطب ہیں۔ عرب وعجم کی کوئی تفریق نہیں۔ شامی یا ترک کی پابندیکا کوئی امتیاز نہیں۔ ان احکام کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے اصلی سرچشمہ ہیں۔ حجاز کی مقدس سرزمین پہلی جگہ ہے کہ جہاں سے توحید ربانی کا آفتاب طلوع ہوا۔ اور اُسکے ذرّوں کو روشن کر کے ہر ہر ذرے کو دنیا کے مختلف حصوں کے لئے ایک ایک آفتاب بنا دیا۔

اس پاک اور مقدس سرزمین پر اسلام کے حقیقی جاں نثاروں اور خدائے پاک کی توحید پر جان قربان کرنے والوں کے خون کے محترم قطرے گرے ہیں اور اُنہوں نے نہایت جلیل القدر قربانیوں کے بعد ان مقامات کو کفر وشرک کی نجاست سے پاک کیا ہے۔ پس اسلئے کہ جزیرۂ عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ ہے۔ آفتاب توحید کا مطلع ہے۔ اسلامی شوکت کا مرکز۔ اور تجلیات الٰہی کا مظہر ہے۔ اسمیں خدا کے سب سے زیادہ مقدس اور محبوب رسول کی آرامگاہ ہے۔ اسمیں دنیا کا سب سے پہلا توحید کا عبادتخانہ ہے۔ اسکے ریگستان کے ذرے صحابہؓ کے خون سے سیراب کیئے گئے ہیں۔ اسمیں اسلام کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں۔ ضروری ہے کہ کسی غیر طاقت اور دشمن اسلام سلطنت کے قبضہ اور تسلط سے پاک رہے۔

کیا تین خدا ماننے والوں، کیا مادی قوت کے پرستاروں کیا دنیا کی تمام سرزمین کو اپنی جاگیر سمجھنے والوں سے یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ اُن کے تسلط اور قبضے کے بعد رسول پاک کے روضۂ مطہر کا

احترام اور بیت الحرام کی حرمت باقی رہے گی۔ اور یہ دشمنان توحید اس کی تقدیس و تعظیم کو اپنے نقطہ خیال سے ضروری سمجھیں گے۔ رعایا کے مذہبی جذبات سے خوف کھا کر اور عام ہیجان کے خطرے سے دفعۃً کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے عالم اسلامی میں ایک دم طوفان برپا ہو جائے تو یہ اور بات ہے لیکن کوئی تجربہ کار جسے یورپین طاقتوں کی اس مذہبی عصبیت کا تجربہ ہے جس کی وجہ سے برطانیہ کے ذمہ دار اراکین فتح بیت المقدس کو شاندار صلیبی فتح قرار دیتے ہیں۔ اور سالونیکا پر یونانیوں کے قبضہ کے وقت یہ کہکر خوشی مناتے ہیں کہ یورپ میں عیسائی مذہب کے داخل ہونیکا پہلا دروازہ پھر عیسائیوں کے پاس آگیا۔ ایک منٹ کے لیے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ ان دوست نما اعداء اسلام کے تسلط کے بعد بھی مقامات مقدسہ کی حقیقی حرمت باقی رہ سکتی ہے۔

بہت سے ظاہر بیں مسلمان بھی اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ انگریزی تسلط کے بعد حج جاری رہیگا۔ بلکہ آرام و آسائش کے سامان زیادہ ہو جائینگے ہیں ان حضرات سے صرف اسی قدر عرض کرتا ہوں کہ آپنے ایک ظاہری سفر کو حقیقی حج سمجھ لیا ہے اور ظاہری سفر کے آرام و آسائش کو حضور قلب اور اخلاص و حلاوت ایمانی کی جگہ دیدی ہے۔ اور پھر ظاہری آرام و آسائش کا بھی آپ کو تجربہ ہو جائیگا ابھی ذرا ٹھہر جائیے اور یہ سنہرا طوفان جو خود غرضی اور عیاری کے ساتھ عرب کی سطح پر محیط ہو گیا تھا۔ ذرا کھل جانے دیجیے پھر آپ کو آرام و آسائش کا بھی پتہ چل جائے گا۔

یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجاز پر انگریزی قبضہ نہیں ہے بلکہ شریف مکہ کی حکومت ہے۔ میں عرض کرونگا کہ شریف مکہ کی حکومت کی حقیقت بھی واقف کار نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بھلا وہ شریف جس نے اپنے قدیمی ولی نعمت اور واجب الاحترام آقا اور مفروض الطاعۃ خلیفۃ المسلمین سے ایک مسیحی طاقت کی ترغیب اور ابلہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کی ہو۔ وہ شریف جو انگلستان کا وظیفہ خوار ہو۔ وہ شریف جو مسیحی سرداروں کی تصویر کو سینہ سے لگاتا ہو۔ وہ شریف جو خدا کے مقدس جائے امن سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کر دے۔ اس کی حکومت صحیح معنے میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے اور اس کا نام نہاد اقتدار اسلامی اقتدار کہلا سکتا ہے؟ حاشا و کلا۔ الغرض بیت المقدس حجاز کی مقدس سرزمین عراق عرب یہ سب مسلمانوں کے اماکن مقدسہ ہیں۔ مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل قدیمی اسلامی یادگاریں ہیں۔ ان تمام مقامات کو اسلامی شوکت و وقار کا مرکز اور خلافت اسلامیہ کا محور ہونے کی وجہ سے مذہبی احکام کے بموجب غیر مسلم اثر سے پاک و صاف رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ یہانتک

اس کا بیان تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے مذہبی فرائض کیا ہیں۔ گزشتہ بیان سے معلوم ہو گیا کہ وہ فرائض یہ ہیں اپنے مسلمان مظلوم بھائیوں کی نصرت و اعانت۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت خلیفۃ المسلمین کے اقتدار کی برقراری میں کوشش۔ خلافت اسلامیہ کے استحکام کی سعی کرنا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ان فرائض کے ادا کرنیکی کیا سبیل ہے۔

میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ اقصائے عالم میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہ ہوگا جو ان فرائض کی واقعیت سے منکر ہو۔ بلکہ اس میں تردد اور شبہ رکھنے والا بھی غالباً کوئی متنفس نہ نکلے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک تلاطم برپا ہے۔ ہر شخص بےچین اور مضطرب ہے۔ خلافت کمیٹیوں کی کثرت اور عام قومی مظاہرات اور جلسوں کی نوعیت اس کی بین دلیل ہے۔

مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی خوف کی وجہ سے جو ان کے دلوں پر مسلط ہو گیا ہے اس فریضہ کے عائد ہونے میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں یا کسی دنیوی طمع اور لالچ اور اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث حیلے حوالے تراشتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ علماء ہند کی ایک کثیر جماعت یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ چونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس مدافعتِ اعداء کے مادی اسباب نہیں ہیں۔ توپیں۔ ہوائی جہاز۔ بندوقیں۔ ان کے ہاتھ میں نہیں اسلیے مادی جنگ نہیں کر سکتے ہیں لیکن انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ جب تک برطانیہ کے وزراء اسلامی مطالبات تسلیم نہ کریں اس وقت تک تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی ان کے ساتھ معاشرتی اور اخلاقی جنگ کی حالت ہے یعنی مسلمانوں پر حرام ہے۔ کہ وہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم رکھیں۔ جن سے ان کی مخالفانہ اور معاندانہ طاقت کو مدد پہنچے اور ان کے نشۂ غرور و تکبر کو تیز کرے مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ دشمن اسلام کو دشمن کے مرتبہ میں رکھیں اور ایسے تعلقات جو میل جول اور دوستی اور محبت پیدا کرنے والے ہیں ایک دم چھوڑ دیں۔ اس اخلاقی جنگ کا نام ترک موالات ہے۔ جسکے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں۔ حق تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ +	یعنی ایمان والو۔ میرے اور اپنے دشمن کو دوست اور مددگار نہ بناؤ +

اس آیت میں حضرت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام کے ساتھ موالات کرنے سے منع فرمایا ہی اس آیت کا شان نزول یہ ہو کہ جس وقت حضور نبی کریم صلعم نے غزوہ فتح مکہ کا ارادہ فرمایا اور اس کا سامان ہونے لگا تو حاطب بن ابی ملتعہ صحابی نے مشرکین عرب کو ایک خفیہ اطلاع کا خط لکھا جسمیں اُن کو متنبہ کیا تھا کہ رسول خدا تمہارے اوپر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں تم اپنا بھلا برا سوچ لو چونکہ قریش کے ساتھ ان کا کوئی نسبی تعلق نہ تھا اس لیئے انہوں نے چاہا کہ میں اُن کے ساتھ یہ احسان کر دوں اور اُس کے بدلے میں وہ میرے اہل وعیال اور جائداد وغیرہ کی جو مکہ میں ہے حفاظت کریں۔ حضور کو وحی سے اطلاع ہوگئی اور راستہ میں سے وہ خط پکڑا گیا اس پر حق تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اسمیں کئی باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں

اوّل یہ کہ اسمیں حضرت حق تعالیٰ نے عدوی وعدوکم فرمایا ہی جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہی کہ دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام سے ترک موالات کا حکم دینے کی علت انکی عداوت اور دشمنی ہی۔ تو جہاں کہیں عداوت اور دشمنی موجود ہوگی وہاں ترک موالات کا حکم اسی طرح عائد ہوگا جس طرح آیت مذکورہ کے نزول کے واقعہ میں ہوا تھا۔

دوسرے یہ کہ حاطب بن ابی ملتعہ نے کفار مکہ کی محبت یا قلبی میلان یا اُن کے کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے یہ کام نہ کیا تھا بلکہ محض ایک دنیوی مصلحت کی وجہ سے کیا تھا اور مصلحت بھی ایسی کہ اُنکے اہل وعیال کی حفاظت کی اور کوئی سبیل نہ تھی کیونکہ وہ دشمنوں کے تسلط کے مقام میں تھے گویا اُن کا یہ خبر دینا دشمنوں کی ایک خدمت (محافظت جائداد واہل وعیال) کا معاوضہ تھا۔ باوجود اس کے حضرت حق نے اسکو موالات سے تعبیر فرمایا اور ممانعت کا حکم بھیجا۔

تیسرے یہ کہ حاطب کا یہ فعل یعنی خبر دینا کفار مکہ کی کوئی مادی مدد کرنا نہ تھا۔ بلکہ صرف اُن کو اُن کے برے انجام سے خبردار کرنا اور اپنی نجات کا طریقہ سوچ لینے کے لیئے ہلاکت کا وقت سر پر آنے سے پہلے موقعہ بہم پہونچانا تھا۔ مگر صرف اتنی بات کو بھی حق تعالیٰ نے موالات ممنوعہ میں داخل فرما کر موالات کی ممانعت کا حکم نازل فرمایا۔ حاطب کے اس خفیہ خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریدکم فخذ واحذرکم (خازن)	یعنی رسول اللہ صلعم تمہارے اوپر حملہ کا ارادہ فرمارہے ہیں تو تم اپنا بچاؤ اختیار کرلو۔

اور جب حضور نے اُن سے دریافت کیا کہ کیوں حاطب یہ کیا حرکت تھی تو اُنہوں نے جواب دیا۔

ما فعلتہ کفرا ولا ارتدادا عن دینی ولا رضا بالکفر بعد الاسلام

کہ حضور میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے یا اسلام سے پھر جانے کے باعث یا اسلام لاچکنے کے بعد کفر کے ساتھ راضی ہونے کے سبب سے نہیں کیا۔

کان اہلی بین ظہرانیہم فخشیت علی اہلی فاردت ان اتخذ لی عندہم یدا وقد علمت ان اللہ تعالیٰ ینزل بہم باسہ وان کتابی لا یغنی عنہم شیئا (خازن)

میرے اہل و عیال کفار مکہ کے نرغے میں تھے مجھو اُن کی جان کا خوف تھا تو میں نے چاہا کہ اُنکے ساتھ ایک احسان کردوں اور بیشک میں جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ اُن کافروں پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور میرے خط سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچیگا۔

چوتھے یہ کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حاطب کے اس فعل کو نکثِ بیعت اور مظاہرت سے تعبیر فرمایا۔

لکنہ قد نکث وظاہر اعداءک علیک (ابن جریر طبری)

یا رسول اللہ اس (حاطب) نے اسلام کی بیعت توڑدی اور آپ کے خلاف آپکے دشمنوں کی مدد کی۔

اس کے بعد حضرت حق تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (ممتحنہ)

یعنی حق تعالیٰ تم کو ایسے لوگوں کی موالات سے منع کرتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائی لڑے اور تمکو تمھارے گھروں سے نکالا اور نکالنے والوں کے مددگار ہوئے اور جو لوگ اُن سے موالات کرینگے وہ ظالم ہیں۔

جن کافروں میں یہ تین چیزیں پائی جائیں۔ اُن کی موالات کو یہ آیت حرام قرار دیتی ہے۔

[1] مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کافروں نے یہ کام کیے ہوں اُنکے ساتھ مدت العمر موالات حرام ہو۔ اسلئے کہ اگر ان کاموں کے کرنیوالے جب مسلمان ہوجائیں تو اُن کی گذشتہ کاروائیاں اسلام لاتے ہی کالعدم ہوجاتی ہیں یا اگر مسلمان صلح کرلیں تو صلح کی شرائط کی تعمیل ضروری ہوتی ہے۔ جیسے کفار مکہ سے صلح حدیبیہ کی شرائط کے ماتحت حضور نے اُن مسلمانوں کو واپس کردیا جو کفار کی قید سے کسی طرح نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

اوّل مسلمانوں سے دینی لڑائی لڑنا۔

دوم مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا اور خانہ ویران کرنا۔

سوم۔ نکالنے والوں کی مدد کرنا۔

پہلی بات کہ برطانیہ کی مسلمانوں سے لڑائی مذہبی لڑائی تھی یا نہیں برطانیہ کے وزیر اعظم نے ان الفاظ سے جو جنرل اینبائی کو فتح بیت المقدس کی مبارکباد دینے کے وقت کہے گئے تھے اور اس فتح کو شاندار صلیبی فتح قرار دیا گیا تھا صاف ظاہر ہو اور ٹرکی کے ساتھ التوا جنگ اور صلح کی شرائط پر نظر ڈالنے سے موٹی نظر والے کو بھی حقیقت حال نظر آجاتی ہو تھریس پر یونانیوں کو قبضہ دلانا قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینا۔ اپنے صریح وصاف وعدوں کی خلاف ورزی کرنا سمرنا میں یونانیوں کے مظالم کو نہ روکنا یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بعد کسی کو اس بات میں شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ ترکوں کے ساتھ صرف اُن کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ تمام ناانصافیاں روا رکھی گئی ہیں۔

دوسری بات مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا قسطنطنیہ اور اس کے اطراف سے ہزاروں محبان وطن نکل بھاگے۔ خود ولیعہد سلطنت نے اسلامی حمیت کی وجہ سے کئی مرتبہ نکلنے کا ارادہ کیا مگر اُن کو سخت حراست میں کر دیا گیا۔ یونانیوں کے مظالم سے ہزاروں مسلمان سمرنا سے گھر بار چھوڑ کر بھاگے۔ قسطنطنیہ سے بہت سے معززین اور مقتدر افراد کو جلاوطن کر کے مالٹا وغیرہ میں بھیجدیا۔ یہ تمام واقعات ہیں جن سے اخراج من الدیار اور مظاہرت علی الاخراج میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مالٹا میں ٹرکی کے بہت سے مقتدر افراد میری موجودگی کے زمانہ میں نظر بند تھے۔

پس جبکہ یہ تینوں باتیں سلطنت برطانیہ کے ذمہ دار وزراء کی طرف سے واقع ہو گئیں تو اب بھی کسی مسلمان کو برطانیہ کے ساتھ موالات کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہی۔

رہا یہ شبہ کہ موالات اور چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے۔ آیت موالات کو منع کرتی ہے نہ معاملات کو تو میں کہونگا کہ ہاں موالات اور معاملہ میں مفہوم کے لحاظ سے فرق ضرور ہے لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور نزدیکی پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت و معاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنے کے لحاظ سے داخل ہیں پس تمام ایسے معاملے جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول ربط و اتحاد بڑھے ایسے معاملات جو اُن کی معاندانہ طاقت کو بڑھائیں ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ)

جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکت اسلامیہ کے مٹانے میں دخل رکھتے ہوں۔ ایسے روابط جنکی وجہ سے انہیں موقعہ ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کرسکیں ایسے مراسم جن سے اُن کے ساتھ محبت والفت کا اظہار ہوتا ہو۔

براہ راست یا بالواسطہ موالاتِ ممنوعہ محرمہ میں داخل ہیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ کے واقعہ کو بغور دیکھا جائے اور فاروق اعظمؓ کی ایمانی عینک سے مشاہدہ کیا جائے تو پھر کوئی شبہ واقع نہیں ہوسکتا اس کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہو اس لیئے صرف اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ دوسرا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ مسلمان ترکِ موالات سے تکلیف اور نقصان اُٹھائیں گے اِس کے جواب میں بھی مختصراً یہ واقعہ ذکر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

کہ جبوقت یہود بنو قینقاع سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تو عبادہ بن الصامت انصاری نے عرض کیا

قال عبادة ان لی اولیاء من الیھود کثیر عددھم شدید شوکتھم وانی ابرأ الی اللہ والی رسولہ من ولایتھم وحلفھم ولا مولی لی الا اللہ ورسولہ وقال عبداللہ بن ابی لکنی لا ابرأ من ولاء یھود انا رجل لا بدلی منھم (ابن جریر وخازن)	کہ حضور میری یہود کی ایسی جماعت سے موالات تھی جن کی تعداد بہت ہے اور طاقت زبردست ہے۔ آج میں اُن کی موالات سے دست برداری کرتا ہوں اور اب خدا اور رسول کے سوا میرا کوئی مولے نہیں اِس پر عبداللہ بن ابی (منافق) بولا کہ میں تو یہود کی موالات سے دست برداری نہیں کرسکتا کیونکہ میری تو بغیر اُن کے گزر مشکل ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔ	ایمان والو۔ یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اور اُن سے موالات نہ رکھو۔

اور منافقین کا یہ قول ہو کہ ہمیں تکالیف اور مصیبتیں پہنچنے کا خوف ہی جواز موالات کے لیئے کافی نہ ہوا اور اُن کو موالات کی اجازت نہ دی گئی۔

بلکہ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت حق تعالےٰ نے فی قلوبھم مرض فرمایا ہو اور اُن کے اس قول کا کہ ہمیں تکلیفیں اور مصیبتیں پہونچنے کا خوف ہو یہ جواب دیا کہ عنقریب حق تعالےٰ اپنی طرف سے

مسلمانوں کی فتح یا اور کوئی مہتم بالشان امر ظاہر کرے گا۔ جس سے یہ تمام ڈرنے والے اپنے نفسانی منصوبوں پر نادم ہو جائیں گے۔

آج بھی ایک میدان عمل تمہارے سامنے ہے ابتلا و امتحان کی کڑی منزل درپیش ہے مگر آپ دُور نہ جائیں صرف اپنے آقائے نامدار خاتم النبین صلعم کے حالات پر غور کریں۔ آپ کو مشرکین عرب نے اس قدر سخت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ کہ الامان الحفیظ مگر آپ اُن تمام جانگداز تکلیفوں کو نہایت استقامت کے ساتھ برداشت فرماتے رہے اور اپنے فرض تبلیغ کو جاری رکھا یہاں تک کہ کفار مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت آپ خدا تعالیٰ کے حکم سے مکان چھوڑ کر تشریف لے گئے اور تین دن غار ثور میں رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے سخت ابتلا و آزمائش کا زمانہ تھا مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور مالی حالت نہایت تنگی کی تھی۔ مگر اُن کے ایمان پختہ اور قلب مطمئن تھے۔ اُن کی صداقت و استقامت کی برکت تھی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور خوار و ذلیل ہو کر مغلوب ہوئے اور خدا کا نور تمام دنیا میں پھیل گیا۔

میری غرض اس بیان سے صرف یہ ہے کہ آج اگر مسلمانوں کے ایمان پختہ ہو جائیں اور خدا تعالےٰ کے وعدہ نصرت وکان حقا علینا نصر المؤمنین پر اُن کو پورا بھروسہ ہو جائے اور تکالیف کی برداشت میں ذرا صبر و استقامت سے کام لیں تو اُن کی کامیابی یقینی ہے کیونکہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ ہے جس میں سے صرف ہندوستان میں سات ساڑھے سات کروڑ آباد ہیں اگر یہ سب متفقہ طور پر اسلامی خدمت کے لئے صبر و استقامت کی ڈھال لیکر کھڑے ہو جائیں تو کیا کوئی طاقت ہے جو توحید کی بجلی پر غالب آ جائے۔

دشمنان خدا ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت اور توفیق سے مومنین کی قوت ایمانی اور استقامت ہمیشہ اُن کی کوششوں کے سامنے سدِ سکندری ثابت ہوئی ہے۔ اسلام خدا کا نور ہے جو اُن کور چشموں کی معاندانہ پھونک سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔

فرزندانِ توحید آج تمہارے ایمان اور اخلاص کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال و جبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائدار ہستیوں کے خوف سے

خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

اگر تم کو میدان محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اگر تم کو رسول پاک صلعم کی شفاعت کی آرزو ہے۔ تو اُس کے پاک دین کی حفاظت کرو۔ اسکے مقدس احکامات کی اطاعت کرو۔ اُس کی امانت توحید کو برباد نہ ہونے دو۔ اور اُس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں۔ بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی۔ سیاسی ضرورتوں سے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ کہ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک و صاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں۔

اُن کے فرائض صرف نماز روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری بھی اُن پر عائد ہوتی ہے وفقنا اللہ و ایاکم لما یحب و یرضیٰ +

برادران وطن نے تمہاری اس مصیبت میں جس قدر تمہارے ساتھ ہمدردی کی ہے اور کر رہے ہیں وہ اُن کی اخلاقی مروت اور انسانی شرافت کی دلیل ہے اسلام نے احسان کا بدلہ احسان قرار دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ احسان اس کا نام ہے کہ آپ اپنی چیز کسی کو دیدیں کسی دوسرے کی چیز کو اُٹھا کر دیدینے کو احسان نہیں کہتے اس لئے آپ برادران وطن کے احسان کے بدلے میں وہی کام کر سکتے ہیں جو اخلاقی اور شریفانہ طور پر اپنے اختیارات سے کر سکتے ہوں۔ مذہبی احکام خدا کی امانت ہیں۔ اُن پر تمہارا اختیار نہیں ہے اس لیئے لازم ہے کہ حدود مذہب کے اندر رہ کر تم احسان کے بدلے میں احسان کرو۔ اور دونوں قومیں بلکہ ایک ایسے زبردست دشمن کے مقابلے کے لیئے کھڑے ہو جاؤ جو تمہارے مذہب تمہاری آزادی کو پامال کر رہا ہے۔

جماعت علماء جو حقیقۃً مسلمانوں کے مذہبی قائد ہیں ان کا فرض ہے کہ اس وقت موقعہ کی نزاکت اور اہمیت کو نظر انداز نہ کریں۔ آپس کے نزاع اور اختلاف میں پڑ کر اصل مقصود کو خراب نہ کریں ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی تمام تر ذمہ داری انہیں پر عائد ہوگی علمی تدقیقات کے لیئے آپ کے واسطے بہت سے میدان کھلے ہوئے ہیں عبادت و ریاضت کے لیئے بہت سی راتیں آپ کو

بلا شرکت غیرے حاصل ہیں مگر جو کام کہ جبل احد اور میدان بدر میں ہوا وہ مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ کے مناسب نہ تھا۔

آج احتجاج اور مطالبہ حقوق کے میدان صرف مظاہروں کے پلیٹ فارم ہیں۔ خلوتیں اور تنہائی کی راتیں اسکے لئے کافی نہیں ہیں اگر موجودہ زمانہ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز کا استعمال مدافعت اعدا کے لیئے جائز ہو سکتا ہی (باوجودیکہ قرون اولے میں یہ چیزیں نہ تھیں) تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں بھی تامل نہ ہوگا، کیونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کیلئے جن کے ہاتھ میں توپ بندوق ہوائی جہاز نہیں یہی چیزیں ہتھیار ہیں۔

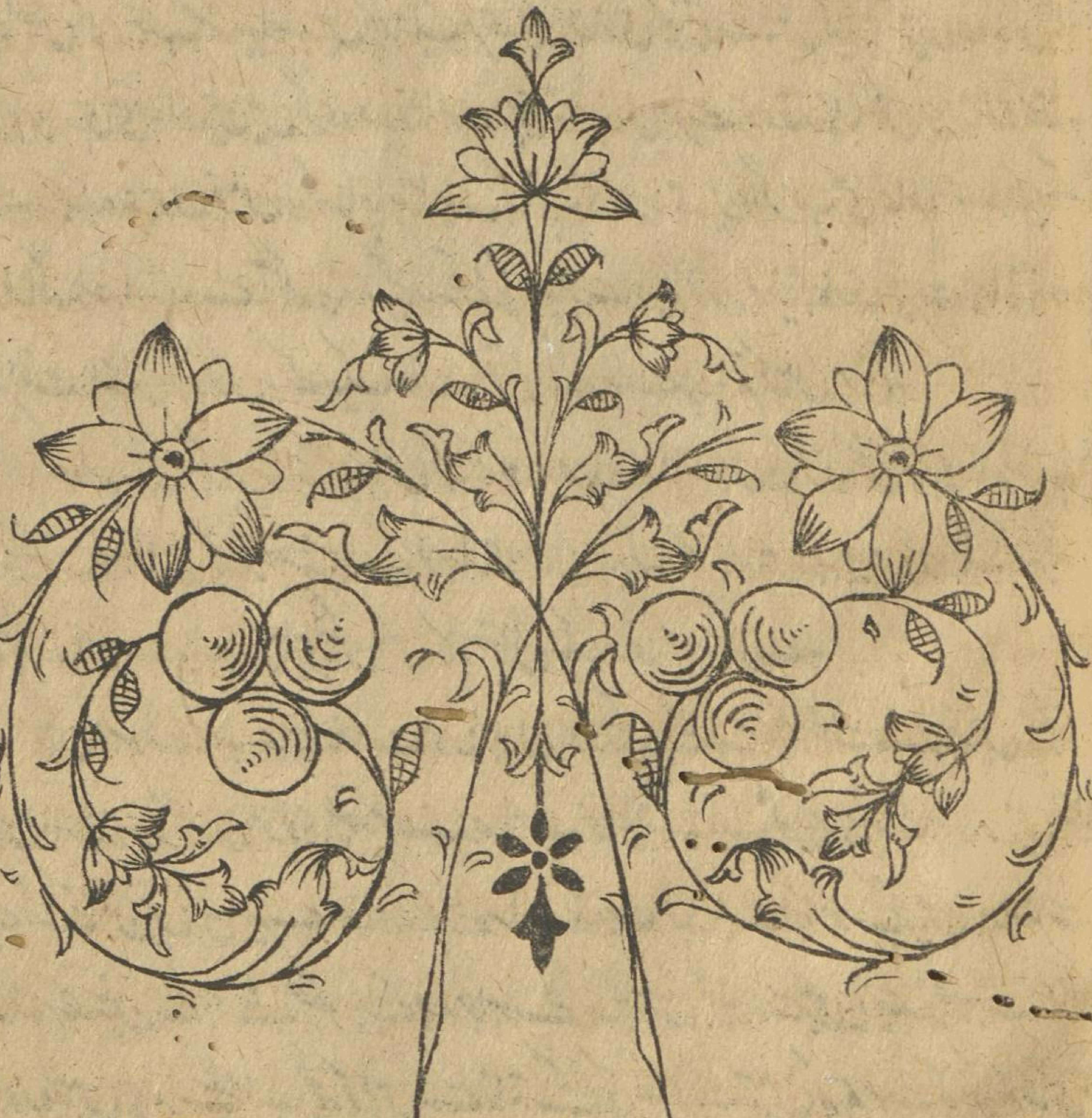
معزز حاضرین۔ برطانیہ کا یہ دعوے کہ وہ کسی کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتی آپ ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان کے مسلمان اپنے مذہبی امور میں آزادی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں۔ کیا سلطنت کا زبردست پنجہ اُن کا گلا گھوٹنے کے لیئے ہر وقت طیار نہیں ہی۔ آج مولوی ظفر علیخاں اور مولوی لقاء اللہ صوفی اقبال احمد مولوی محمد فاخر اور اسی طرح دوسرے خادمان ہند کس جرم میں قید خانوں میں بند ہیں۔ کیا اُنہوں نے مذہبی احکام کی تبلیغ کے سوا اور کوئی گناہ کیا تھا کیا مسلمانوں کے مذہبی احکام کے فتوے ضبط نہیں ہوئے کیا مسلمانوں کی ہزاروں خواتین اپنے نکاح وطلاق کے مقدمات میں غیر مسلم عدالتوں کے سامنے جا کر اسلامی احکام کے خلاف فیصلہ کرانے پر مجبور نہیں۔ کیا شفعہ وقبضہ مخالفانہ وغیرہ کے قوانین شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں یہ تمام چیزیں ہیں۔ جن کی پوری نگہداشت جمعیۃ العلماء کے اہم فرائض میں سے ہی۔

اسی طرح اسلامی مذہبی تعلیم کے لیئے مفید نظام قائم کرنا۔ اور تمام اسلامی درسگاہوں کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا بھی علما کے لیئے ضروری فرائض میں داخل ہے۔

اسلامی اوقاف کا وسیع وعریض سلسلہ بھی ایک خاص نظم کا محتاج ہی غرضکہ بہت سی اسلامی ضروریات ہیں جو علماء کے ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کی وجہ سے منتشر حالت میں تھیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہی کہ اُس نے اپنی رحمت سے اُن کو جمع کر دیا اس اجتماع کی بدولت امید ہے کہ تمام پراگندہ اور منتشر امور کا نظام درست ہو جائے گا۔

قبل اس کے کہ میں اپنے بیان کو ختم کروں آپ حضرات سے ایک التجا کرتا ہوں وہ یہ کہ ہر حال میں خدائے قدوس پر بھروسہ رکھیں اور اپنی تدبیر کو تدبیر ہی کے مرتبہ میں سمجھیں۔ اسلامی احکام کی تعمیل کریں اور مذہبی فرائض ادا کرنے کا مضبوط اور مستحکم عہد باندھ لیں خدا کی رحمت نیک بندوں کے ساتھ رہتی ہے اور اس کا رحم ضعیفوں اور خدا پر بھروسہ رکھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

اے زندہ و قدوس خدا اے ارحم الراحمین اے شہنشاہ رب العلمین ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے ضعف و ناتوانی پر رحم کر۔ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے ہمارے دل مضبوط کر دے۔ ہماری کلائیوں میں طاقت عنایت فرما ہمارے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کر حق کو فتح اور باطل کو شکست دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔



حضرت شیخ الہند صدر جمعیۃ علمائے ہند کی اختتامی تحریر جو صدر کے حکم سے ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو آخری اجلاس میں پڑھی گئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اے حضرات علمائے کرام اور حضار جلسہ میں اولاً جمعیت کی تمام کارروائیوں کے باحسن اسلوب انجام پانے پر خدائے قادر وتوانا کا شکر ادا کرتا ہوں اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ اگرچہ میں ناقابل انکار عذر کیوجہ سے آپ کے جلسوں کی شرکت سے بظاہر محروم رہا لیکن آپ یقین کیجئے کہ میرا دل آپ کے مجمع سے بہت کم غائب ہوا ہے اور جب مجھے یہ معلوم ہو کر نہایت مسرت ہوئی کہ جسم قوم کی روح (جماعت علماء) نے بعض اُن شعب سیاسیہ میں پھر ایک مرتبہ اپنی زندگی کا ثبوت پیش کیا ہے جنہیں وہ بالکل مُردہ سمجھی جا رہی تھی۔ اور جن میں اگر وہ مردہ ثابت رہتی تو اسلامی عزت ووقار کا بالکل ہی خاتمہ تھا۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کا علم وتدین اگر اب بھی عالم اسلامی کے خوفناک مصائب سے آنکھ بند کیے رکھنے کی اجازت دیتا تو آج دنیا ہماری غیرت ایمانی اور شرافت انسانی دونوں کے بیک وقت دفن کیئے جانے پر ماتم کناں ہوتی۔

اور اب بھی اگر ہم چند تجاویز پاس کر کے اور صرف چند ساعتوں کی گرمی محفل کو اپنی تمام تقریروں اور خطبوں کا ماحصل سمجھ کر منتشر ہو گئے تو ہماری مثال ٹھیک اُس مریض کی سی ہوگی جو اکسیر شفا کی تکرار زبان سے بار بار کرتا ہے لیکن اُس کا استعمال ایک دفعہ بھی نہ کرے۔

میں اسوقت آپ سے رخصت ہو رہا ہوں اور جو کچھ مجھے کہنا تھا خطبہ صدارت میں کہہ چکا ہوں اور جو مبسوط مضمون مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے آپ کو آج ہی کے اجلاس میں سُنایا ہے اُسکے ضمن میں بھی میرے مقاصد اور محسوسات نہایت خوبی سے ادا ہو گئے ہیں اور حضرات علماء متدینین نے بحث وتمحیص کے بعد جو امور طے کیئے ہیں اُن سے بھی یہ بندہ ضعیف علاً علیحدہ نہیں ہے۔ اسلیئے اب مجھ کو اس سے زائد کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم سب کو ملکر متوکلاً علی اللہ اُن طے شدہ تجاویز پر عمل کرنا اور کرانا چاہیئے جن سے ہمارے ایمان ہمارے کعبہ ہماری خلافت

ہماری عزت و آبرو ہمارے مقامات مقدسہ اور ہمارے وطنی اور قومی حقوق کا تحفظ ہو سکتا ہے اگر اسوقت بھی ہم نے غفلت اور تن آسانی اختیار کی تو شاید عافیت حاصل کرنیکا یہ آخری موقعہ ہوگا جسکو ہم جان بوجھکر اپنے ہاتھ سے کھوئیں گے۔ جو صراط مستقیم آپنے معلوم کرلیا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں اُسپر سیدھے چلے جایئے اور یمین و شمال کی طرف مطلق التفات نہ کیجئے۔

جو لوگ اسوقت آپسے علیحدہ ہیں اُن کو بھی حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنی جماعت کے اندر جذب کیجئے۔ اور اگر اُس میں مجادلہ کی نوبت آئے تو وہ بالتی ہی احسن ہونا چاہیئے۔

کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی ہم وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہنود) کو کسی نہ کسی طریق سے آپکے ایسے پاک مقصد کے حصول میں موئید بنادیا ہے۔ اور میں اِن دونوں قوموں کے اتفاق و اجتماع کو بہت ہی مفید اور منتج سمجھتا ہوں۔ اور حالات کی نزاکت کو محسوس کرکے جو کوشش اسکے لیئے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں اُسکی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورت حال اگر اس کے خلاف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو آیندہ ہمیشہ کے لیئے ناممکن بنادیگی۔ ادھر دفتری حکومۃ کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہیگا۔ اسلیئے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں اگر صلح و آشتی سے رہینگے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقتور ہو ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے شکست کر سکے گی۔

ہاں یہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت اور آشتی کو اگر آپ خوشگوار اور پائدار دیکھنا چاہتے ہیں تو اُس کی حدود کو خوب اچھی طرح دلنشین کرلیجئے اور وہ حدود یہی ہیں کہ خدا کی باندھی ہوئی حدود میں اُن سے کوئی رخنہ نہ پڑے۔ جس کی صورت بجز اسکے کچھ نہیں کہ اس صلح و آشتی کی تقریب سے فریقین کے مذہبی اُمور میں کسی ادنےٰ امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور دنیوی معاملات میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی فریق کی ایذارسانی اور دل آزاری متصور ہو۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابتک بہت جگہ عمل اسکے خلاف ہو رہا ہے۔ مذہبی معاملات میں تو بہت لوگ اتفاق ظاہر کرنیکے لیئے اپنے مذہب کی حد سے گذر جاتے ہیں لیکن محکموں اور ابواب معاش میں ایک دوسرے کی ایذا رسانی کے درپے رہتا ہے۔

مَیں اسوقت جمہور سے خطاب نہیں کر رہا ہوں بلکہ میری یہ گذارش دونوں قوموں کے زعماء (لیڈروں) سے ہے کہ اُن کو جلسوں میں ہاتھ اُٹھانے والوں کی کثرت اور ریزولیوشنوں کی زبانی تائید سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ یہ طریقہ سطحی لوگوں کا ہے۔ اُن کو ہندو مسلمانوں کے نجی معاملات اور سرکاری محکموں میں متعصبانہ رقابتوں کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ اگر فرض کرو ہندو مسلمان کے برتن سے پانی نہ پیئے یا مسلمان ہندو کی ارتھی کو کندھا نہ دے تو یہ ان دونوں کے اتفاق کے لیئے مُہلک نہیں۔ البتہ ان دونوں کی وہ حریفانہ جنگ آزمائیاں اور ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے اور نیچا دکھانے کی وہ کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتبار ساقط کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سم قاتل ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ حضرات میرے اس مختصر مشورہ کو سرسری نہ سمجھکر ان باتوں کا عملی انسداد کریں گے۔

اُب آخر میں مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ ہم کو اور آپ کو نیکی اور سمجھ دے اور ہمارے دلوں کو سیدھا کرنے کے بعد کج نہ کرے۔ اور ہماری وجہ سے ہمارے مذہب پر دوسروں کو تضحیک کا موقع نہ دے اور ہم کو ہر ایک آسان اور کٹھن منزل میں صبر و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رکھے اور اس وقت کے حالات سے بہتر حالات میں پھر ہم کو جمع کرے آمین یارب العالمین وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آپ کا دعاگو اور خیر اندیش، محمود حسن غفرلہٗ

۹۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء

CHUGHTAI PUBLIC LIBRARY
ACC. NO.........
DATE: 2/1/5/12

(نوٹ) جو صاحب اس خطبہ کو بغرض حصول ثواب تقسیم کرنا چاہیں وہ ہمیں اطلاع دیں کہ اسقدر جلدیں مطلوب ہیں ہم فوراً تعمیل کرینگے۔ مہتمم مطبع غنی المطابع دہلی